اَحادیثِ نبویہ کی حُجّیت و حِفاظت

منکرینِ حدیث کے مغالطوں کی حقیقت

(از مولانا عبد الرؤف صاحب رحمانی ۔ جھنڈانگری)

مولانا رحمانی کا یہ قیمتی مقالہ جولائی ۱۹۵۷ء میں ہمیں موصول ہو گیا تھا ۔ مگر رحیق کا حجم کم ہونے کے باعث اب تک اس کی نوبت نہیں آسکی ـــــ یہ مقالہ گو خاصا طویل ہے ۔ مگر معلومات سے لبریز ، اور تحقیقات رائقہ کا حامل ہے ۔ اس کا مطالعہ انشاءاللہ بصیرت افروز اور بہت سوں کی ہدایت کا باعث ہوگا ۔ (رحیق)

منکرینِ حدیث نے "احادیث نبویہ" کے خلاف طرح طرح کے مغالطات و شبہات پیدا کرنے کی ایک مہم چلا رکھی ہے ۔ اگر یہ لوگ اپنے وساوس و شکوک کو لکھ کر ان کے صحیح جوابات کے بعد قانع اور خاموش ہو جاتے تو ہمیں بھی کچھ لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی ۔ لیکن یہ کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ علمی انداز کے جوابات کے بعد بھی اور ہر طرح کی تسلّی و تشفّی بخش دلائل کے باوجود انہیں اعتراضات و شبہات کو بلا ذکر دلائل و جوابات اعادہ کرتے رہتے ہیں ۔

چبائے ہوئے نوالے اور بھانت بھانت کی بولیاں! ان کے جس قدر بھی شکوک ہیں ہر ایک کا بار بار جواب دیا جا چکا ہے ۔ مگر ان کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی تشکیک و تدلیس و تلبیس کے حربوں سے بار بار کام لے رہے ہیں ۔ مثلاً

(۱) کبھی کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کا لکھنا منع فرما دیا تھا ۔

(۲) کبھی کہتے ہیں کہ احادیث میں تحریف واقع ہو گئی تھی حد یہ کہ صحابہ کرام تک مشاجرات و فتن میں اس سے محفوظ نہ رہ سکے ۔

(۳) کبھی کہتے ہیں کہ صحابہؓ نے احادیث کے دفاتر کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلا دیا تھا ۔ اور وہ احادیث بیان کرنے والوں کو سزائے تازیانہ دیتے تھے ۔

(۴) کبھی لکھتے ہیں کہ احادیث ڈھائی تین سو صدی کے بعد لکھی گئی ہیں۔ تو اس وقت تک کوئی حدیث نبوی کس طرح محفوظ رہ سکتی ہے۔

(۵) کبھی کہتے ہیں قرآن کے ہوتے ہوئے احادیث کی کیا ضرورت ہے قرآن تو خود مکمل کتاب ہے۔

(۶) کبھی کہتے ہیں کہ احادیث باہم سخت متعارض ہیں اور ان میں باہم تصادم ہے اس لئے احادیث ناقابلِ اعتبار ہیں۔

(۷) کبھی عالمِ بدحواسی میں یوں لکھتے ہیں کہ ہم صرف انہیں حدیثوں کو قبول کریں گے جو قرآن کے موافق ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و توضیح و تحدید و تعیین سے متعلق اور تحلیل و تحریم و اضافات سے متعلق جو حدیثیں ہیں وہ سب ناقابلِ قبول ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اپنے ان مقالات میں ان کے ان ہی تمام باتوں کا جواب دینا اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور کافی بسط و بحث سے یہ ثابت کیا ہے کہ "نہی کتابت" کی احادیث عارضی تھیں۔ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت صراحتہً عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح اس میں تحریفِ صحابہ کا بھی مدلل جواب دیا گیا ہے اسی میں صحابہ۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ آئمۂ دین کے ان واقعات و تاریخی حالات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جن میں ان کے احادیث کے یاد کرنے اور لکھتے رہنے اور درسِ حدیث و تبلیغِ حدیث میں مشغول رہنے کی مساعی کا بیان ہے اسی طرح اس الزام مالایلزم کا بھی جواب دیا گیا ہے کہ احادیث دو ڈھائی صدی کے بعد کی نوایجاد چیزیں ہیں۔ پھر احادیث کے جلائے جانے کے غلط فسانہ کی بھی تردید ہے اسی طرح واضح طور پر اس کا بطلان بھی کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کے ہوتے ہوئے احادیث کی ضرورت کیا ہے۔ ساتھ ہی کتاب و سنت کا باہمی تعلق وضاحت سے بتلایا گیا ہے۔ پھر منکرین حدیث کے اس الزام کا بھی جواب ہے کہ احادیث باہم متعارض و متضاد ہیں۔ چونکہ انکارِ حدیث کے سبب ان کو حدیث سے عناد ہے اس لئے ان کو حدیث کی معرفت و بصیرت ہی حاصل نہیں نہ اہلِ علم و شیوخ حدیث سے ان کے مذاکرات، اور نہ فہم و انصاف کے ساتھ مطالعہ اس لئے فہمِ حدیث کے راستے ان کے لئے ہموار نہیں علامہ ذہبی نے فہم حدیث و تحقیق حدیث کے لئے جن شرائط و آداب کا ذکر تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص۴ میں فرمایا ہے ان سے منکرینِ حدیث کی پوری پارٹی خالی ہے بہرحال ان کے مغالطات

وتشکیکات کے تفصیلی جوابات پر نظر ڈالنے اور پورے سلسلہ مضمون پر نظر کر لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی کہ کس قدر دجل و فریب سے خلقِ خدا کو یہ لوگ گمراہ کرتے ہیں۔ اور فرمانِ نبوی ضلوا فاضلوا کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔

تعارض کی حقیقت منکرینِ حدیث احادیث میں تعارض و تناقض کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ امام ابنِ خزیمہ نے فرمایا کہ احادیث صحیحہ میں سرے سے تضاد ہی نہیں۔ چنانچہ امام خطیبؒ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے لا اعرف انه روی عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثان باسنادين صحيحين متضادين - فمن كان عنده فلياتنى حتى اولف بينهما (الکفایہ ص۴۳۲) اور یہ اس لیئے ہے کہ وہ بھی وحی ربانی ہے وما كان ربك نسيا لیکن یہ ٹولہ کہتا ہے کہ حدیثیں آپس میں متعارض ہیں۔ اور جب متعارض ہیں تو دونوں کالعدم ہیں۔ مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ جب دو حدیثیں باہم متعارض ہوں تو اولاً دونوں کی سند و صحت پر غور کرنا چاہیئے۔ اگر قوت میں دونوں برابر ہیں تو ان دونوں حدیثوں کا صحیح محمل تلاش کرنا چاہیئے۔ جیسے حدیث انما الماء من الماء اور حدیث اذا التقى الختان الختان فقد وجب الغسل میں محدثین نے توجیہ و تطبیق پیدا کی ہے اور اگر کسی طرح توفیق ممکن نہ ہو تو لامحالہ اس میں سے کوئی حکم منسوخ ہوگا۔ کتب اصولِ حدیث وغیرہ میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ مگر یہ منکرینِ حدیث جن کو علم حدیث میں مہارت تو کجا ادنیٰ ملابست بھی حاصل نہیں ہے۔ وہ اپنی کور ذوقی و کم نگہی کے باوجود حدیث میں تعارضات نکال کر حدیث سے لوگوں کو بدظن اور بدگمان کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی حدیث دشمنی اور سخت تعصب کی بنا پر متضاد حدیث میں کوئی تطبیق اور محمل صحیح نہیں کر پاتے ان کا ایک تھرڈ نمبر کا ممبر غلام جیلانی برق اس طرح واویلا کر رہا ہے "احادیث" میں اتنی متضاد صورتیں ہیں کہ پڑھنے والا قیامت تک حقیقت کو نہ پا سکے بایں ہمہ یہ طرف سے شور مچاتے ہیں کہ یہ وحی ہے۔ (دو اسلام ص۳۱۸) بلاشبہ نطقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی ہے اور احادیث میں تضاد پا کر حقیقت کو نہ پانا منکرین پر اللہ کی پھٹکار ہے۔

ناظرین کرام ایک زمانہ میں ملاحدہ، جہمیہ، زنادقہ نے قرآنی آیات کو آیات سے ٹکرایا تھا۔ اور پورے قرآن کو باہم متعارض دکھلا کر ٹکرا کر دکھا دیا تھا۔ مگر امام احمد بن حنبل جیسے آبھرا کابر

نے کتاب الرد علی الجہمیہ میں ان کے تعارضات کا قلع قمع فرما دیا۔ تفسیر جامع البیان کے ساتھ امام احمد بن حنبل کا یہ رسالہ عرصہ ہوا دہلی سے شائع ہو چکا ہے آج ان ملاحدہ کا یہ فرض منکرین حدیث انجام دے رہے ہیں۔ چنانچہ احادیث میں تعارض اور کھینچ تان پیدا کرنا ان کا شیوہ بنا ہوا ہے۔ امام ابن قتیبہ دینوری نے احادیث متعارضہ کی تاویل و توجیہ پر ایک مستقل و بلند پایہ کتاب "تاویل مختلف الحدیث" تصنیف کی ہے جو مصر میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔ امام ابن جریر طبری کی بھی اس موضوع پر ایک کتاب ہے۔ امام طحاوی کی "مشکل الآثار" بھی ہے جو حیدر آباد دکن میں چھپ چکی ہے۔ علامہ ابن فورک کی کتاب بھی ہے (فتح المغیث ص ۳۶۳) جس میں انہوں نے اشعری طریقے پر احادیث صفات پر گفتگو کی ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن خزیمہ کا مذکورہ بالا چیلنج آج بھی منکرین حدیث کے لئے موجود ہے کوئی حدیث صحیح متعین طریقہ سے پیش کریں جو دوسری حدیث صحیح سے متعارض ہو کیونکہ یا تو دوسرا حکم منسوخ ہوگا یا ان میں کوئی توفیق صحیح موجود ہو گی۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے اور ہرگز ممکن نہیں۔ تو اس تناقص کے حیلے سے خلق خدا کو دھوکہ اور فریب میں نہ ڈالیں۔

ایک اور ناقص خیال منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ہم صرف انہیں حدیثوں کو قبول کریں گے جو قرآنی مضامین سے ہم آہنگ اور موافق ہوں گی (دو اسلام ص ۳۴۴) مگر چونکہ حدیث دشمنی کا بھوت سر پر سوار ہے اس لئے ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر قرآن سے حدیث کا تصادم اور منہ زوری اور لفاظی سے تناقض دکھلایا جاتا ہے۔ جی نہیں چاہتا کہ اس کے خود ساختہ تعارضات اور لایعنی ہفوات کا کوئی نمونہ پیش کروں مگر صرف ایک مثال برق کے حدیث دشمنی کا اندازہ کرنے کے لئے پیش خدمت ہے ملاحظہ کیجئے۔

برق کا خطرناک جھوٹ اور حضرت عثمانؓ پر افترا حدیث دشمن برق نے صحیح بخاری سے مندرجہ ذیل حدیث پہلے نقل کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے چند آدمیوں کو وضو کا طریقہ بتلا کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح وضو کیا کرتے تھے جو شخص اس طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ برق نقل حدیث کے بعد یہ من گھڑت حاشیہ لگاتا ہے "مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی باپ کو قتل کرنے کے بعد وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے

گناہ معاف، کوئی طالب علم سال بھر کام نہ کرے اور آخر میں وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے سستی کا گناہ معاف، اگر کوئی شخص درخت سے کود کر ٹانگ توڑ دالے اور فوراً دو رکعت نفل پڑھے تو گناہ معاف اور ٹانگیں واپس؛ (دو اسلام ص ۲۸۲)

برق نے بخاری شریف سے اس قدر غلط اقتباس لے کر اور ایسا بے جوڑ اعتراض کر کے قرآن سے اس عمل کا تصادم یوں دکھلایا ہے ناتہذب الفاظ اور بدتمیزی دیکھنے کے قابل ہے "اور قرآن چلاتا پھرے کہ ہم ہر عمل کی جزا دیتے ہیں۔ لیکن مُلّا دنیا سے یہی کہے گا کہ صرف حدیث سچی ہے" (دو اسلام ص ۲۸۳)

چونکہ برق حدیث دشمنی میں مطلب سازی کے لئے جھوٹ بولنے کا عادی ہے اس لئے مجھے اطمینان نہیں ہوا تا وقتیکہ میں نے اس حدیث کو بخاری شریف کتاب الوضو میں تلاش نہ کر لیا۔ جب یہ حدیث ملی تو اس میں صرف غُفِرَ لہ ما تَقَدَّمَ من ذنبہ کے الفاظ ہیں پس برق کا اس کے ترجمہ میں "اگلے پچھلے تمام گناہوں کی معافی کا اضافہ کرنا" سر تا سر سفید جھوٹ ہے۔ علاوہ ازیں اس ماتقدم من ذنبہ سے بھی ما بین الوضوء والصلوٰۃ مراد ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے خود اسی حدیث کے اندر ابن شہاب زہریؒ کے دوسرے شیخ عروہ کی سند سے حضرت عثمانؓ کے الفاظ کو اس طرح نقل فرمایا ہے سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یتوضأ رجلٌ یُحْسِنُ الوضوءَ وَ یُصَلِّی الصَّلٰوۃَ الاغُفِرَ لَہٗ مَا بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ (بخاری شریف جلد اول ص۲۸ کتاب الوضوء) یعنی حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب آدمی اچھی طرح سے وضو کر لے اور نماز پڑھے تو وضو اور نماز کے مابین کے گناہ "خطرات نفس" وغیرہ صغائر معاف ہو جاتے ہیں۔

برق کی ڈھٹائی اور منہ زوری نے بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ امام بخاری نے تو اس اختلاف کی طرف قال ابن شہاب ولکن عروۃ یحدث کن الخ کے جملہ سے خود ہی اشارہ فرما دیا کہ ابن شہاب زہری کے شیخ عطا کی روایت میں غفر لہ ما تقدم من ذنبہ ہے اور ان کے دوسرے شیخ عروہ کی روایت میں غفر لہ ما بینہ و بین الصلوٰۃ ہے اگر بقول حافظ ابن حجر یہ دونوں جدا جدا احادیث ہیں تو بھی ظاہر ہے کہ الاحادیث یُفسِّرُ

بعضہ بعضاً یعنی ایک حدیث دوسری حدیث کی تشریح و توضیح کرتی ہے۔ پس ما تقدم من ذنبہ کی روایت میں ذنب ما تقدم وہی سمجھا جائے گا جو دوسری روایت کے مابینہ وبین الصلوٰۃ میں مصرح ہے پس برق کو اس تکلف اور تحقیق کی ضرورت کیا تھی جو بے سر پیر کا اعتراض کر دیا کہ اگر کوئی باپ کو قتل کرنے کے بعد وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو گناہ معاف ۔ طالب علم سال بھر محنت نہ کرے اخیر میں دو رکعت نماز پڑھ لے سستی کا گناہ معاف " اجی برق صاحب ۔ نہ سال بھر کی سستی معاف ہو رہی ہے نہ باپ کے قتل کا گناہ وضو اور دو رکعت نماز پڑھنے سے معاف ہو رہا ہے ۔ بلکہ وضو اور نماز کے مابین جو غلطی انسان سے سرزد ہو جائے مثلاً جو وساوس جو خطرات جی میں گزریں وہ ایسے پاکیزہ تقریب اور حاضری عبادت کے موقع پر معاف ہو جاتی ہیں۔ مکرمی مولانا ناز نے اس موقع پر کسی عجلت کے سبب حدیث بخاری کی طرف مراجعت نہیں فرمائی ۔ اور اس کے ترجمہ کی صحت کو تسلیم کر لیا چنانچہ اس کے حسب روایت تسلیم کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ یہی مفہوم ہے اگلے پچھلے گناہ کی معافی کا (حاطل سلام صفحہ ۳۲۱)

یہ تسامح محض اس کذاب حدیث کی روایات پر اعتبار کر لینے کا نتیجہ ہے ۔ آئندہ ایڈیشن میں برق کے نقل کردہ روایات پر از سر نو نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کے واقعہ غسل نبی میں مراجعت الی الصحیح البخاری نہ کرنے سے اصل قرینہ صارفہ کا ذکر مولانا ناز نہ کر سکے جو پیر حضرت عائشہؓ کے صفائی کی تھی اسی کو برق نے چھپا رکھا ہے اسی طرح دوسرے مقامات میں بھی تسامحات اس کے نقل پر اطمینان کر لینے سے موجود ہیں۔

اب برق کا یہ کہنا کہ ہم انہی حدیثوں کو قبول کریں گے جو قرآن کے موافق ہیں ۔ اور پھر اس میں بھی اس طرح سے فضول کیڑے نکالنا اور دماغ سے کرید کرید کر ہفوات و خرافات کے ذریعہ احادیث کا قرآن سے تصادم دکھلانا سرتا سر ابلہ فریبی و تلبیس ابلیس ہے ۔ برق اس سے زیادہ کھل کر ایک جگہ لکھتا ہے کہ اگر ان محدثین نے صلوٰۃ و زکوٰۃ کی کوئی ایسی تشریح پیش کی ہے جو قرآن سے متصادم نہیں تو ہمیں اس کے قبول کرنے میں کیا عذر ہے لیکن ہم کسی ایسے اضافہ کی اجازت اسلام میں نہیں دے سکتے جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔ (دو اسلام صفحہ ۱۲۵)

مطلب ظاہر ہے کہ برق کے خیال میں صرف وہ احادیث قابل قبول ہیں جو قرآن کریم کے

مسائل سے پوری طرح مطابقت کریں اور جو نئی باتیں حلال و حرام و دیگر توضیحات سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔ وہ اعتبار کے قابل نہیں دراصل اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی تصدیق ہو رہی ہے اور پیش گوئی پوری ہو کر حدیث کی صحت کا ایک نیا عنوان مل رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے آسودہ حال اور خوش حال طبقہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو کہیں گے کہ صرف کتاب اللہ کو لازم پکڑو اور اسی کے حلال و حرام کردہ کو حلال و حرام سمجھو حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے علاوہ بھی تحلیل و تحریم فرماتے ہیں چنانچہ ایک موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا وَاِنِّی اُحَرِّمُ عَلَیْکُمْ اَمْوَالَ الْمُعَاهِدِیْنَ بِغَیْرِ حَقِّهَا (مجمع الزوائد ص۱ جلد اول) یعنی تحریم و تحلیل کا حق مجھ کو بھی ہے میں تم پر معاہد وذمی قوموں کا مال حرام ٹھہراتا ہوں ناحق ان کے مال پر دست درازی نہ کرنا۔ امام معمر بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کی بہت سی باتیں بتاتے ہیں اور کچھ حلال اور کچھ حرام کرتے ہیں۔ اور بعض حلال کو منسوخ کر کے حرام ٹھہراتے ہیں (جیسے متعہ) اور بعض حرام کو منسوخ کر کے حلال ٹھہراتے ہیں جیسے (ادخار لحوم اضحیہ) یا مستقلاً حرام رکھتے ہیں۔ جیسے حدیث نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تنزوج المرأة على العمة والخالة (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص۲۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث کے الفاظ کو حافظ ابن حجرؒ نے اس طرح نقل فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلَا هَلْ عسى رجلٌ يبلغه الحديث عني وهو متكئٌ على اريكته فيقول بيننا وبينكم كتاب الله فما وجدنا فيه حلالاً استحللناه وما وجدنا فيه حراماً حرّمناه وان ما حرّم رسول الله صلى الله عليه وسلم كما حرّم الله حسّنه الترمذي وصححه الحاكم والبيهقي (لسان المیزان ص ۲ ج ۱ - دارمی ص۱۴ جلد ا طبع مصر، جامع بیان العلم ص۱۹۰ جلد ۲ وحجۃ اللہ البالغہ ص۴۲۰ ج۱)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن چیزوں کو حرام یا حلال کہا ہے وہ بھی اللہ تعالے کے حرام ٹھہرانے کی مانند ہیں۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے ایک شخص نے اس قسم کا خیال ظاہر کیا تھا کہ ہمیں قرآن ہی کافی ہے تو آپ نے معترض سے فرمایا کہ اچھا صرف نماز و زکوٰۃ کے موٹے سے مسئلے کو قرآن کریم سے اس کے تفصیلات اور حدود کی نشاندہی کر سکتے ہو؟ اور کیا زکوٰۃ کے اصناف مال و نصاب

کا کچھ بیان دکھلا سکتے ہو (جامع العلم ص۱۹۱ جلد ۲) اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ شکریہ کے ساتھ حضرت عمران بن حصین سے اس نے کہا اَحْیَیْتَنِیْ اَحْیَاکَ اللّٰہُ (لسان المیزان جلد اول ص۳۱) یعنی آپ نے یہ بصیرت افروز بات کہہ کر مجھے زندگی اور روشنی عطا کی خدا آپ کی حیاتِ طیبہ کو دراز کرے لیکن آج ایسے شریف انسان کہاں جو سخن پروری و نفس پرستی سے آگے قدم رکھ سکیں۔ حضرت ایوب سختیانیؒ نے فرمایا کہ جو شخص بھی کہے کہ سنت کی بات رہنے دیجئے اور قرآن سے ثابت کیجئے وہ گمراہ ہے فرماتے ہیں۔ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ ضَالٌّ امام اوزاعی نے بھی اسی طرح مقام حدیث نبوی کو واضح کیا (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم النیسابوری ص۶۵)

بہر حال جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیش گوئی میں فرمایا تھا ٹھیک حدیث نبوی کے مفہوم کے مطابق ایک فرقہ کھلم کھلا پیدا ہو گیا جو آج احادیث نبویہ کے خلاف تلا ہوا ہے اور دفتر احادیث کو دریا بُرد کرنے کے درپے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحلیل و تحریم کا منکر ہے حالانکہ اگر یہ منکرین قرآن ہی میں غور کرتے تو ان کو صاف معلوم ہوتا کہ آنحضرت کی تحریم بھی مثل تحریم خداوندی ہے ارشاد ہے قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ (پ۱۰ ع۶) یعنی "ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے"۔ دوسری آیت میں فرمایا گیا تحریم و تحلیل دونوں کا حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِثَ (پ۹ ع۶) یعنی "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے پاکیزہ اشیاء کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں"۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کی حلال و حرام کی ہوئی چیزیں کون کون سی ہیں اور وہ کہاں سے معلوم ہوں گی۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں آپ کے انہیں فرمودات سے معلوم ہوں گی جن کو ہم "حدیث" کہتے ہیں۔ احادیث میں بہت سی چیزوں کی حلت و حرمت کے مسائل و احکام موجود ہیں۔ مردوں کے لئے سونے چاندی کا استعمال، برتنوں میں اکل و شرب کی حرمت۔ حائضہ کے لئے نماز کا عدم جواز اور مستحاضہ کے لئے حلال ہونا۔ جمع بین الاختین کو حرام قرار دیا جانا۔ کتا

وغیرہ کا نجس ہونا اور مسلمان کے لئے کافر کی وراثت حرام ٹھہرائی جاتی وہ بالعکس، غرض کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شارحِ مستقل ہیں۔

قرآن سے حدیث کے تعلّق کی نوعیت | یہ کس قدر مقام تعجب ہے کہ منکرینِ حدیث کے نزدیک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات کی تبلیغ و تدوین اور تعلیم و تحریر اور اس کے جمع و حفاظت کے بارے میں تو قابلِ اعتبار ہیں لیکن آیاتِ کریمہ کی تفسیر و توضیح اور تحلیل و تحریم کے دیگر مسائل میں غیر معتبر ہیں۔ اگر پیغمبر برحق قرآن کو قرآن بتانے میں قابلِ اعتبار ہے تو قرآنی آیات کی تشریح و تفسیر میں بھی قابلِ اعتبار ہے۔ کیونکہ متن کا جس پر نزول ہوا اسی پر تشریح و دیگر توضیحات کا بھی نزول ہوا۔ پھر اسی کا روایت کردہ متن تسلیم اور اسی کی بیان کردہ تشریح و تفسیر ناقابلِ تسلیم سے لبوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است۔ علامہ ابنِ عبدالبرؒ لکھتے ہیں بعد کتاب اللہ عزوجل سُنَن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہی المُبَیِّنَۃ لمراد اللہ عزو جل من مُجملاتِ کتابہ والدَّالۃُ علی حُدُودِہٖ والمُفَسِّرۃ لہ (خطبہ استیعاب جلد اول) "یعنی سننِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے مجملات کی تفسیر و توضیح کرتی ہیں"۔ چونکہ یہ دونوں منشاء الٰہی اور ارشادِ الٰہی کے تحت ہیں اس لئے یہ دونوں ہی باجماعِ امت وحی کہلاتے ہیں کیونکہ وحی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جس کے معنی ساتھ الفاظ بھی منجانب اللہ ہوں اور اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعینہٖ انہی الفاظ میں روایت کریں وہ وحی متلو، وحی جلی بلفظ دیگر قرآن کریم ہے۔

(۲) اور جس کے صرف معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک میں ڈالے جائیں اور آپ اس کو اپنے لفظوں میں بیان کریں اسے وحی غیر متلو یا بلفظ دیگر حدیثِ رسول کہتے ہیں۔ بہرحال لفظِ وحی کے دونوں ہی مصداق ہیں۔ حافظ ابنِ قیمؒ اپنی مشہور کتاب صواعق مرسلہ میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فعلم ان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الدین کلہ وحی من عند اللہ فھو ذکرٌ انزلہ اللہ (صواعق مرسلہ جلد دوم ص۳۷۱) یعنی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دینی معاملات میں ارشاد اور ہر کلام وحی الٰہی ہے۔ اور جب یہ وحی ہے تو پھر اسی ذکر میں داخل ہے جس کی حفاظت کا خدا نے

وعدہ کیا ہے۔ حافظ ابن الصلاح ایک نفیس بحث کے دوران میں لکھتے ہیں کہ احادیث نبویہ کی حفاظت کا خدا نے ذمہ لے رکھا ہے۔ تو اب ناممکن ہے کہ کوئی حدیث جمع و تدوین اور حفاظت بشری سے باہر رہ گئی ہو پس اگر آج کوئی شخص ایسی حدیث لاکر بیان کرے جو محدثین متقدمین و متاخرین سے جوامع و مسندات و مصنفات میں کہیں بھی موجود نہ ہو تو وہ حدیث قبول نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ممکن نہیں کہ وہ حدیث نبوی ہو۔ اور اس کی حفاظت آئمہ میں سے کسی نے نہ کی ہو۔ حالانکہ صاحب شریعت نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے (مقدمہ ابن الصلاح ص۵۵)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ احادیث بھی وحی الہی میں داخل ہیں اور اس ذکر الہی میں شامل ہیں جس کی حفاظت کا خدا نے ذمہ لیا ہے۔ پس جس طرح قرآن کی حفاظت انسانوں ہی کے ذریعے کرائی گئی اسی طرح حفظ احادیث کا بھی منجانب اللہ انتظام ہوا۔ اور خلق خدا نے سینوں و سفینوں کے ذریعے اسے محفوظ رکھا۔ (تشریح و توضیح کتاب اللہ)

وہ وحی الہی جو قرآن کریم کی شکل میں ہے وہ متن ہے اور دوسری وحی الہی جو قرآن کریم کے مجملات کی تشریح و توضیح کرتی ہے وہ حدیث کہلاتی ہے۔ اور وہ اس کی شرح ہے۔ خداوند کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مورد وحی بنا کر اس شرح کا حق عطا فرمایا تھا۔ اثبات مدعا کے لئے ہم چند آیتیں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) پہلی آیت میں ارشاد ہے وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم (سورۂ نحل) یعنی "ہم نے آپ پر کتاب کو صرف اسی لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کے لئے کتاب کی تبیین و توضیح کر دیں۔" اب دیکھئے کہ اس تبیین کو بھی اللہ تعالے نے اپنے ذمہ لیا اور فرمایا کہ یہ تشریحات نبی صلی اللہ علیہ وسلم حسب منشا خداوندی کرتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے:۔

(۲) ان علینا جمعه وقرانه فاذا قراناه فاتبع قرانه ثم ان علینا بیانه (سورہ قیامہ) "بیشک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کر دینا اور پڑھا دینا پس جب ہم اس کو پڑھ دیں تو آپ اس پڑھنے کی اتباع کریں پھر بلاشبہ ہمارے ذمے اس کا بیان بھی ہے۔" اس کی مزید تفصیل ایک اور آیت میں بھی ملتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

(۳) اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىکَ اللّٰہُ (نساء) یعنی

"ہم نے آپ کی طرف کتاب کو اتارا حق کے ساتھ تاکہ آپ فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان اس چیز کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دکھائے۔"

یہ آیت صراحۃً بتارہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منجانب اللہ فہم قرآن کی خاص بصیرت اور خاص سوجھ بوجھ عطا فرمائی گئی تھی اور اس کے خاص فہم و بصیرت کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے معاملات کا قرآنی احکام کے تحت فیصلہ کرتے تھے۔ اس سے پس ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے مبیّن اور شارح تھے۔ اور آپ کی تشریح و تبیین اسی بصیرت کی روشنی میں ہوتی تھی جو آپ کو خدا کی جانب سے عطا ہوئی تھی۔

(۴) چوتھی جگہ فرمایا الذین کذبوا بالکتاب وبما ارسلنا به رسلنا فسوف یعلمون (مومن) یعنی جن لوگوں نے اللہ کی کتاب کو جھٹلایا اور ان چیزوں کو جھٹلایا جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا ہے پس عنقریب وہ اپنا انجام بد جان لیں گے"

اس آیت میں کتاب تو ظاہر ہے لیکن وبما ارسلنا به رسلنا کیا چیز ہے؟ یہ وہی تشریحات و توضیحات انبیاء ہیں جن کے وہ ملہم ہوتے اور جنہیں وہ وحی الٰہی اور الہام خداوندی کے زیر اثر بیان کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری تعلیمات اور سب ارشادات کے متعلق فرمایا:۔

(۵) وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورہ نجم) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے کچھ نہیں فرماتے۔ ان کا ہر نطق ہر ارشاد اس وحی کے زیر اثر ہوتا ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔"

ایک اور مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطاع مطلق اور حکم کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے

(۶) چنانچہ ارشاد ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (سورہ نساء) پس قسم ہے تیرے رب کی کہ وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو اپنے باہمی نزاعات و اختلافات میں حکم نہ تسلیم کریں۔ اور پھر جو فیصلہ آپ کریں اس میں تمہاری طرف سے تنگی نہ محسوس کریں اور

پوری پوری طرح تسلیم نہ کرلیں۔"

اس آیت کریمہ میں صاف طریقہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم بنایا گیا ہے پس اس آیت سے وضاحت معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی اطاعت وتسلیم کے ساتھ ساتھ حامل کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام وقضایا کی تعمیل وتسلیم بھی ضروری ہے۔ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی احکام اور آپ کے تمام فیصلوں کو حدیث نبوی سمجھتے ہیں۔ اس سے بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واجب التسلیم ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا۔ آپ کے عہد مبارک میں مسلمانوں کے اندر صدہا اختلافات ہوئے۔ آپ کے پاس مقدمات آئے۔ مسلمانوں کو غیروں نے ستایا، بدعہدیاں کیں۔ ان کے واقعات سامنے آئے۔ آپ نے ان تمام مواقع پر مناسب فیصلے "بما اراک اللہ" کے تحت دیئے۔ ارشادات گرامی سے (اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى) کے تحت ان معاملات کا حل فرمایا۔ ان قضایا واحکام کا نام ہمارے نزدیک "حدیث رسول" ہے اگر بقول منکرین حدیث یہ حدیث نہیں تو پھر وہ کیا چیزیں ہیں اور اس کا وجود کہاں ہے۔ یہ حدیث ہی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک واقعہ ایک ایک قول ایک ایک فعل ایک ایک حکم ایک ایک قضاء محفوظ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال واقوال کو عاشقانہ ووالہانہ انداز میں دیکھا، سنا اور اس کو دل ودماغ کے گوشوں اور پھر سینوں میں محفوظ کرلیا جس کے واقعات آپ کے سامنے آگے چل کر آجائیں گے۔ ولقد صدق من قال ؎

اذا ما بدت لیلیٰ فکلّی اَعْیُنٌ   وانْ هِیَ نَاجَتْنِیْ فَکلّی مَسَامِعٌ

تمام صحابہ کرام عدول وصدوق تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات مبارکہ اور حیات طیبہ کے عاشق صادق تھے۔ (باقی)

یہ کتابیں ضرور منگایئے۔ صحیح بخاری شریف مترجم من الطرز فی پارہ دو روپے صحیح مسلم شریف مترجم مع شرح نووی فی جلد ۱۵/۴ روپے۔ ابن ماجہ شریف اردو کامل ۱۲/۱۰ روپے۔ غنیۃ الطالبین کامل اردو دس روپے۔ رسالہ میں کوئی ختم ہوگیا ہے اب کوئی صاحب طلب نہ فرماویں۔ رسالہ گیارھویں شریف مع پانچویں شریف چھپ کر آگیا ہے۔ ایک ایک آنے والے چار ٹکٹ بھیج کر طلب کیجئے۔ مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی ۱